تحریک جدید کا مقصد دُنیا کے ہر مُلک میں اسلام کے علمبردار پیدا کرنا ہے۔

(فرمودہ یکم دسمبر ۱۹۳۹ء)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

''آج مَیں اختصاراً اپنی جماعت کے دوستوں کو تحریک جدید کے نئے سال کے چندہ کے متعلق پھر توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ جماعت کے مخلص حصّہ پر اِس تحریک کی اہمیت اچھی طرح واضح ہو چکی ہے۔ چنانچہ اِس سال یہ ایک نئی مثال قائم ہوئی ہے کہ ایک دوست جو ہندوستان سے باہر رہتے ہیں اُن کا چندہ بروقت نہیں پہنچ سکا تھا۔ اُنہوں نے تار کے ذریعہ گزشتہ سال کا چندہ بھی بھجوایا ہے اور موجودہ سال کی تحریک میں شمولیت کا بھی وعدہ کیا ہے۔ حالانکہ غیر ممالک سے تار بھیجنے پر بہت کچھ خرچ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اَور دوستوں نے بھی ہندوستان کے رہنے والوں میں سے بھی اور بیرونی ممالک میں رہنے والوں میں سے بھی (تحریک کے شروع ہونے کے وقت کا اندازہ لگا کر) اس پہلے ہفتہ میں جس توجہ سے کام لیا ہے وہ بتاتا ہے کہ جماعت کے ایک طبقہ میں اس کی اہمیت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی طرح واضح ہو چکی ہے۔ چنانچہ اِس ہفتہ میں باوجود اِس کے کہ خطبہ شائع ہوئے ابھی چار روز ہی ہوئے ہیں بیس ہزار سے اُوپر کے وعدے آ چکے ہیں اور ابھی کچھ ڈاک بے پڑھی بھی باقی ہے۔ ممکن ہے

اِس کے پڑھنے سے ان وعدوں میں اور زیادہ اضافہ ہو جائے۔

مَیں نے جیسا کہ بار بار بتایا ہے اِس وقت جن اقوام کے ساتھ ہمارا مقابلہ ہے وہ تبلیغی لحاظ سے اتنی آگے بڑھی ہوئی ہیں کہ انہوں نے اس فن کو حدِ کمال تک پہنچا رکھا ہے۔ درحقیقت تبلیغ کے میدان میں ایک غلط مذہب کی تائید کرنے کی وجہ سے آہستہ آہستہ اُن کے دماغ میں ایسا ملکہ پیدا ہو گیا ہے کہ وہ جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بنا کر دکھانے میں بڑے ماہر ہو گئے ہیں اور وہ بالکل نڈر ہو کر جھوٹ بول لیتے ہیں۔

مَیں نے جب ہر ہٹلر کی کتاب مائنے کیمف (Meine Kampf) کا ترجمہ پڑھا جس کتاب پر نازیوں کو بہت ناز ہے تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب مَیں نے دیکھا کہ ہر ہٹلر اس کتاب میں لکھتے ہیں کہ ہماری پہلی حکومت کے متعلق یہ اتہام لگایا جاتا ہے کہ اس نے بڑی جنگ کے زمانہ میں جھوٹ بولا۔ وہ کہتے ہیں مجھے یہ شکوہ نہیں کہ اُس نے جھوٹ بولا یہ کوئی بات نہیں امورِ سیاست میں لوگ جھوٹ بولا ہی کرتے ہیں۔ گو انسان کو کوشش یہ کرنی چاہئے کہ اگر ہو سکے تو سچ بولے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو سچ نما جھوٹ بولے۔ مگر مجھے یہ شکوہ ہے کہ اس نے پیٹ بھر کر جھوٹ کیوں نہیں بولا۔ وہ کہتے ہیں کہ جھوٹ کو بھی اگر متواتر دہرایا جائے اور دلیری سے دُہرایا جائے تو آہستہ آہستہ لوگوں کو یہ یقین آ جاتا ہے کہ جو بات ان کے سامنے پیش کی جا رہی ہے وہ سچ ہے۔ اب جو وائرلیس کے ذریعہ جرمنی انگریزوں کے خلاف پراپیگنڈا کر رہا ہے اِس میں بھی اِسی اصول کو مدّ نظر رکھا گیا ہے۔ دوسرے مُلکوں کے متعلق تو ہمارے نوجوان کہہ دیا کرتے ہیں کہ خبر ہے انگریزوں کی بات غلط ہے یا جرمنوں کی۔ مگر ہمارے مُلک کے متعلق جرمنی کی طرف سے جو پراپیگنڈا کیا جا رہا ہے وہ اِس قدر حیرت انگیز ہے کہ اُسے سُن کر انسان کو سمجھ ہی نہیں آتی کہ یہ کونسا مُلک ہے جس کے متعلق یہ باتیں بیان کی جا رہی ہیں۔ کئی دفعہ جرمنی کی طرف سے وائرلیس میں یہ خبریں آ جاتی ہیں کہ ہندوستان میں بڑی بغاوتیں ہو رہی ہیں حالانکہ ہمیں یہاں خبر بھی نہیں ہوتی کہ کوئی بغاوت ہو رہی ہے۔ سرحدِ افغانستان پر جو ڈاکے پڑتے ہیں اُنہیں کا اِس قدر بڑھا چڑھا کر ذکر کیا جاتا ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے گویا سارے مُلک میں بغاوت ہو رہی ہے۔ حالانکہ جو جنگی قومیں ہوتی ہیں اُن میں اِس قسم کے واقعات

ہوتے ہی رہتے ہیں۔ فیروز پور، گورداسپور، لاہور اور امرتسر کے اضلاع میں بھی بعض دفعہ ڈاکے پڑتے ہیں اسی طرح پٹھانوں کے علاقہ میں بھی کبھی کبھی ڈاکے پڑ جاتے ہیں جن میں ایک دو سپاہی مارے جاتے ہیں مگر اِس معمولی سی بات کو اتنی شان سے بیان کیا جاتا ہے کہ گویا کئی کروڑ سرحدیوں نے انگریزوں پر حملہ کر دیا ہے اور وہ انہیں دباتے چلے جاتے ہیں۔ غرض ایسی ایسی گپیں ہانکی جاتی ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے اور جب ہمارے اپنے مُلک کے متعلق اِس قدر جھوٹ سے کام لیا جا رہا ہو تو غیر مُلکوں کے متعلق ہمیں آپ ہی آپ تسلی ہو جاتی ہے اور ہم سمجھ سکتے ہیں کہ جو کچھ یہاں ہو رہا ہے وہی کچھ وہاں ہو رہا ہوگا۔ یہ اِسی بات کا نتیجہ ہے کہ اِن قوموں نے پراپیگنڈا کو ایک فن کا رنگ دے دیا ہے اور اِس کمال تک اِس کو پہنچا دیا ہے کہ اپنی ذات میں یہ ایک ہنر بن گیا ہے۔ اگرچہ اِس کو بُرے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ بہرحال ہُنر ہُنر ہی ہے۔ جب کبھی ہم اِس ہنر کو سچ کے ساتھ اور سچائی کے متعلق استعمال کریں گے یہ مُفید نتائج پیدا کرنے والا بن جائے گا اور جب اِس ہنر کو جھوٹ کے متعلق استعمال کیا جائے گا تو یہ بُرے نتائج پیدا کرنے والا بن جائے گا۔

ایسی قوموں کے مقابلہ میں اسلام کی تبلیغ جب تک خاص شان کے ساتھ نہ کی جائے اُس وقت تک ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ہم نے سچ کے ساتھ تبلیغ کرنی ہے جھوٹ کے ساتھ تبلیغ نہیں کرنی اور ہمارے لئے اِس قسم کے پراپیگنڈا کا مقابلہ کرنا آسان بات نہیں۔ تم اِسی بات کو دیکھ لو کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا میں وہ پہلے انسان ہیں جنہوں نے عورتوں کے حقوق کو قائم کیا اور یہ اتنا کھلا مسئلہ ہے کہ کوئی سلیم الطبع انسان اِس کا انکار نہیں کر سکتا۔ ساری دُنیا میں عورتوں کے حقوق کو پامال کیا جا رہا تھا نہ ان کے متعلق کسی مذہب نے ورثہ کی تعلیم دی تھی نہ بیاہ اور طلاق کے قوانین مقرر کئے تھے، نہ ان کی ذاتی جائیدادوں کے متعلق کوئی قانون مقرر کیا تھا، نہ یہ بتایا تھا کہ مرد عورتوں سے کس رنگ میں معاملہ کریں، نہ یہ ہدایت دی تھی کہ وہ ان سے نرمی اور محبت کا سلوک کریں اور ان کا ادب اور احترام کیا کریں، نہ لڑکیوں کی تعلیم کی طرف کسی نے توجہ دلائی تھی۔ غرض سوائے اسلام کے دُنیا کا اور کوئی مذہب ایسا نہیں جس نے عورتوں کے حقوق کو تفصیل کے ساتھ اور مکمل طور پر قائم کیا ہو مگر عیسائی پادریوں کے جھوٹے اور ناپاک

پراپیگنڈے کا اثر یہ تھا کہ آٹھ سو سال تک یورپ کے لوگوں کو پادری یہ کہہ کہہ کر دھوکا اور فریب دیتے رہے کہ اسلام عورت میں روح کی موجودگی کو تسلیم ہی نہیں کرتا۔ وہ کہتا ہے کہ روح صرف مَرد میں ہوتی ہے عورت میں نہیں ہوتی۔ یہ کیسا جھوٹا پراپیگنڈا ہے جو اسلام کے خلاف کیا گیا۔ اہلِ عرب جب کسی چیز کی بڑائی کا تمثیلی طور پر ذکر کیا کرتے تھے تو کہا کرتے تھے کہ فلاں بات اُحد پہاڑ کے برابر ہے۔ گاندھی جی نے ہندوستان میں یہ ایک نیا محاورہ جاری کیا ہے کہ فلاں بات ہمالیہ پہاڑ کے برابر ہے مگر مَیں حیران ہوں کہ اِس جھوٹ اور فریب کا کیا نام رکھوں؟ اس کے آگے تو ہمالیہ پہاڑ بھی مٹی کے ڈلے کے برابر معلوم ہوتا ہے مگر برابر سات آٹھ سو سال تک پادری مصنّفوں نے لوگوں کو یہ دھوکا دیا اور کروڑوں نہیں اربوں ارب لوگوں کو اس غلط فہمی میں مُبتلا رکھا کہ اسلام عورتوں کو بے جان اور بے روح تسلیم کرتا اور اسے مَردوں کے لئے دل بہلانے کا ایک کھلونا تصور کرتا ہے۔ وہ قوم جس کے اپنے مذہب میں عورت کو کوئی حیثیت نہیں دی گئی اس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اتنا بڑا افترا کیا اور اس قوم کے لکھے پڑھے لوگ حتّٰی کہ مدرسوں کے اُساتذہ، کالجوں کے پروفیسر، محکموں کے افسر، پارلیمنٹوں کے ممبر اور حکومتوں کے وزراء اور بادشاہ سب اِس دھوکا میں آ گئے اور ایک ادنیٰ انسان سے لے کر بادشاہ تک یہ سمجھنے لگ گئے کہ واقع میں اسلام عورتوں میں روح کی موجودگی کا قائل نہیں۔ کیونکہ نہ پروفیسروں نے اسلامی کتابیں دیکھی تھیں، نہ حُکام کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا علم تھا، نہ افسروں اور پارلیمنٹ کے ممبروں کو حقیقت کا علم تھا نہ وزراء اور بادشاہوں کو عربی زبان سے واقفیت تھی۔ اُنہوں نے چند پادریوں کو یہ کہتے سُنا کہ ہم نے اسلام کے سمندر میں غوطہ لگایا اور ہم نے یہ امر معلوم کیا ہے کہ اسلام عورت میں روح کا قائل نہیں اور پھر انتہائی دلیری سے وہ پادری بڑے بڑے جبّے پہن کر لیکچر دیتے اور کہتے کہ واقع میں یہ بات درست ہے اسلام تو عورت کو کوئی درجہ دیتا ہی نہیں اور اُن کے اِس جھوٹے پراپیگنڈے سے متاثر ہو کر تمام یورپ میں یہی سمجھا جانے لگا کہ اسلام عورت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ شاید پادریوں کی لکھی ہوئی انگریزی کتابیں تمام عرب کے لوگ پڑھتے ہیں اور چونکہ وہ ان باتوں کا جواب نہیں دیتے اِس لئے واقعہ یہی ہوگا کہ اسلام میں یہ تعلیم موجود ہے۔ جرمن سمجھتے کہ جرمنی میں اسلام

کے خلاف لکھی ہوئی کتابوں کا چونکہ عرب کے لوگ جواب نہیں دیتے اِس لئے اسلام پر جس قدر اعتراضات کئے گئے ہیں وہ درست ہیں کیونکہ ہر انسان یہ خیال کرتا ہے کہ میری بولی سب لوگ سمجھتے ہیں، جرمن سمجھتے ہیں کہ دُنیا میں جرمن زبان سے ناواقف کوئی نہیں ہوسکتا، فرانسیسی سمجھتے ہیں کہ دُنیا میں فرانسیسی زبان سے ناواقف کوئی نہیں ہوسکتا اور انگریز سمجھتے ہیں کہ دُنیا میں انگریزی زبان سے ناواقف کوئی نہیں ہوسکتا۔ غرض ہر قوم اپنی زبان کے متعلق اِس غلط فہمی میں مُبتلا ہوتی ہے کہ اسے تمام دُنیا کے لوگ سمجھتے ہیں اور وہ خیال کرتی ہے کہ بھلا کونسا ایسا نامعقول انسان ہوسکتا ہے جسے ہماری بولی بھی سمجھ میں نہ آسکے۔ پنجابی زبان کوئی علمی زبان نہیں مگر پنجابی جاٹ بھی جب ڈھولے کہتے اور پنجابی میں لکھے ہوئے اشعار پڑھتے ہیں یا بُلّھے شاہ کی کافیاں پڑھتے ہیں تو وہ خیال کرتے ہیں کہ بھلا کونسا ایسا انگریز یا امریکن ہے جسے یہ مضمون بھی معلوم نہ ہو۔ اِس طرح قوموں کو دھوکا لگ جاتا ہے اور وہ سمجھتی ہیں کہ چونکہ فلاں بات ہماری طرف سے بار بار دُہرائی گئی ہے اور اِس کا مخالف فریق کی طرف سے کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ اِس لئے وہ ضرور سچی ہے۔

غیر مبائعین بھی اِس فن میں عیسائیوں کے خوشہ چین ہیں وہ بھی بعض دفعہ جھوٹے پراپیگنڈا کو کمال تک پہنچا دیتے ہیں۔ جب میری خلافت کے ابتدائی ایّام میں اُنہوں نے ہمارے خلاف اپنے اخبار میں مضامین لکھنے شروع کئے تو ایک دن اُنہوں نے اپنے اخبار میں بڑے جلی عنوانات سے اِس قسم کے الفاظ لکھے کہ مرزا محمود کی خفیہ سازش کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ حقیقت بے نقاب ہوگئی اور سازش کھل گئی مگر جب ہم نے نیچے مضمون دیکھا تو یہ تھا کہ ایک مبائع نے ہم سے بیان کیا ہے کہ حضرت خلیفہ اوّل جب فوت ہوئے ہیں تو اس رات مرزا محمود لوگوں کو جگا جگا کر کہہ رہے تھے کہ دُعائیں کرو اللہ تعالیٰ فتنہ سے لوگوں کو بچائے۔ اب نیچے تو یہ خبر تھی مگر اوپر اِس قسم کا عنوان تھا کہ بھانڈا پھوٹ گیا، سازش کُھل گئی، حقیقت بے نقاب ہوگئی اور خفیہ کارروائیوں کا پتہ چل گیا۔ نتیجہ یہ ہؤا کہ کئی احمدیوں کے مجھے خط پہنچے کہ کیا ''پیغامِ صلح'' میں جو یہ بات شائع ہوئی ہے درست ہے؟ مَیں نے اُنہیں جواب لکھوایا کہ تم نیچے کی عبارت بھی تو پڑھو تم نے تو محض عنوان دیکھ کر سمجھ لیا ہے کہ کوئی سازش تھی جس کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ حالانکہ نیچے

یہ لکھا ہے کہ مَیں نے لوگوں سے کہا کہ دُعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ جماعت کی صحیح راہنمائی کرے اور اسے فتنہ سے بچائے۔ مَیں نے انہیں لکھا کہ اگر یہ سازش ہے تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ خدا اور مَیں دونوں سازش میں شریک تھے اور یہ کہ مَیں نے فریب دے کر لوگوں کو کہا کہ تم خدا سے پوچھو کہ حقیقت کس طرف ہے۔ پھر خود بخود تم پر کھل جائے گا کہ سچی بات کونسی ہے۔ گویا پہلے مَیں نے خدا سے سازش کی اور اِسے غیر جانبدار رہنے کی بجائے اپنے ساتھ شامل کر لیا پھر مَیں نے لوگوں کو فریب دے کر کہا کہ مجھ سے کیا پوچھتے ہو چلو خدا سے جا کر پوچھ لو کہ حق میرے ساتھ ہے یا میرے مخالفوں کے ساتھ۔ پس اِس صورت میں مجھ پر ہی سازش کا الزام عائد نہیں ہوتا بلکہ خدا تعالیٰ کو بھی نعوذ باللہ اِس سازش میں شریک ماننا پڑتا ہے اور اگر خدا واقع میں غیر جانبدار ہے تو پھر مَیں نے جب یہ کہا کہ تم دعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ جماعت کے قلوب کی صحیح راہنمائی کرے اور اسے فتنہ اور ٹھوکر سے محفوظ رکھے تو اس کے معنے یہ تھے کہ مَیں نہیں چاہتا کہ میری مرضی دُنیا کے سامنے آئے بلکہ مَیں یہ چاہتا ہوں کہ جو کچھ خدا کی مرضی ہے وہی پوری ہو۔ اب میرا اُس وقت کا خیال اچھا تھا یا بُرا۔ یقیناً ہر شخص یہ تسلیم کرے گا کہ اس کے پرکھنے کا اِس سے زیادہ اچھا طریق اَور کوئی نہیں ہوسکتا مگر اُنہوں نے اِس خبر کا عنوان یہ رکھ دیا کہ مرزا محمود کی خفیہ سازش کا بھانڈا پھوٹ گیا اور جیسا کہ مَیں نے بتایا اِس عنوان سے متاثر ہو کر بعض قلیل التدبّر احمدیوں نے مجھے چِٹھیاں لکھیں کہ کیا یہ بات درست ہے اور مَیں نے انہیں لکھا کہ تم ایک خطرناک ہیڈنگ سے ہی دھوکا میں مُبتلا ہو گئے۔ نیچے کا مضمون بھی تو پڑھو اور دیکھو کہ اِس میں کیا لکھا ہے۔ اِس میں کوئی شُبہ نہیں کہ ہمیں اُس دن سخت گھبراہٹ تھی اور یہی وجہ تھی کہ مَیں نے دُعاؤں پر زور دیا اور دوستوں سے کہا کہ وہ اُٹھیں اور اللہ تعالیٰ سے دُعائیں کریں کہ جو خدا کی مرضی ہے وہ پوری ہو۔ ایسا نہ ہو کہ ہماری یا دوسروں کی غلطی سے سلسلہ کو کوئی نقصان پہنچے لیکن اگر یہ نیکی نہیں تھی اور اگر لوگوں کو دعاؤں کے لئے جگانا اور کہنا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور گڑ گڑاؤ اور عرض کرو کہ اے خدا! سلسلہ کو ہر فتنہ سے محفوظ رکھ اور اِس نہایت ہی مُشکل گھڑی میں ہماری صحیح راہنمائی فرما ایک سازش تھی تو چاہئے تھا کہ وہ لوگ اِس کے مقابلہ میں یہ اعلان کر دیتے کہ آج رات کوئی شخص دُعا کے لئے نہ اُٹھے بلکہ جو پہلے تہجد کے لئے اُٹھا کرتے ہوں وہ بھی آج رات سوئے رہیں اور

خدا تعالیٰ سے کوئی دُعا نہ کریں۔ ایسا نہ ہو کہ خدا صحیح راہنمائی کر دے یا یہ کہ اگر دُعائیں کی گئیں تو نعوذ باللہ خدا بجائے ہدایت دینے کے گمراہ کر دے گا۔ پس اگر وہ اعلان کر دیتے کہ آج رات خدا تعالیٰ سے کوئی دُعا نہ مانگی جائے اور اگر خدا کچھ بتائے بھی اُس پر کان نہ دھرا جائے ایسا نہ ہو کہ وہ فریب میں آ جائیں تو دُنیا خود بخود فیصلہ کر لیتی کہ کس نے صحیح راستہ اختیار کیا ہے اور کس نے غلط مگر اُنہوں نے بجائے اِس کے کہ وہ راستہ اختیار کرتے جو صحیح تھا ہمارے طریقِ عمل پر اعتراض کر دیا اور اسے ایک بہت بڑی خفیہ سازش قرار دے دیا۔ اِسی طرح آجکل کے مفسدین نے کیا۔ اُنہوں نے بھی جھوٹ اور فریب سے کام لیتے ہوئے اعلانوں پر اعلان کرنا شروع کر دیا کہ ہماری روٹی بند کر دی گئی، ہمارا پانی بند کر دیا گیا، ہمارا دودھ بند کر دیا گیا۔ ہم حیران کہ یہ کیا بات ہے؟ ہم نے تو ایسا کوئی حکم نہیں دیا، ان کی روٹی کس طرح بند ہو گئی اور ان کا دودھ پانی کس نے روک لیا؟ ہم دکانداروں سے پوچھتے تو وہ کہتے کہ ہم سے روزانہ وہ لوگ دودھ اور دوسری ضروریات کی چیزیں لے جاتے ہیں مگر شور یہ مچایا جاتا کہ ہم پر ظلم کیا جاتا ہے، ہمیں دُکھ دیا جاتا ہے، ہمیں دکانوں سے سودا تک خریدنے نہیں دیا جاتا۔ اِس میں کوئی شُبہ نہیں کہ سودا سلف کے معاملہ میں محکمہ کی میری اجازت سے یہ ہدایت تھی کہ جو ضروریات زندگی سکھوں، ہندوؤں اور غیر احمدی دکانداروں سے مل سکتی ہوں وہ احمدی دکانداروں کی طرف سے نہ دی جائیں اور جو نہ مل سکتی ہوں وہ ضرور دی جائیں لیکن اِس میں بھی ایک حکمت تھی اور وہ یہ کہ وہ یہ شور مچا رہے تھے کہ احمدی ہمیں مار ڈالنا چاہتے ہیں۔ اِس صورت میں اگر احمدی دکانداروں کو انہیں ہر قسم کا سودا دینے کی اجازت ہوتی اور کسی دن ان کا کوئی فرد بیمار ہو جاتا تو وہ یہ شور مچا دیتے کہ فلاں احمدی دکاندار کے ذریعہ ہمیں زہر دی گئی ہے۔ اِس قسم کے امکانات کو روکنے کے لئے ہم نے ہدایت دے دی کہ جو ضروریاتِ زندگی انہیں غیروں سے بآسانی میسر آ سکتی ہوں وہ تو احمدی دکاندار نہ دیں مگر جو چیزیں ان سے نہ مل سکتی ہوں وہ احمدی دکاندار ضرور دے دیا کریں اور اس کے لئے محکمہ نے ان سے پوچھا کہ جن دکانداروں پر انہیں اعتبار ہو ان کے نام بتا دیں ہم اُنہیں اس قسم کی اشیاء کے دے دینے کی اجازت دے دیں گے۔ مگر ان کے مدّنظر چونکہ محض شور مچانا اور اپنی مظلومیت کا ڈھنڈورا پیٹنا تھا اِس لئے انہوں نے شور مچانا

شروع کر دیا کہ ہمارا حقہ پانی بند کر دیا گیا۔ یہ بند کر دیا گیا وہ بند کر دیا گیا۔ (حُقّہ پانی کا لفظ مَیں نے پنجابی محاورہ کے مطابق استعمال کیا ہے ورنہ ان میں حُقّہ پینے والا میرے علم میں کوئی نہیں) غرض اس رنگ میں اُنہوں نے اپنی مظلومیت کا رونا رویا حالانکہ ہم نے حُکم دیا ہؤا تھا کہ جو ضروریاتِ زندگی غیروں سے نہیں مل سکتیں وہ احمدی دکاندار اِنہیں ضرور دے دیا کریں مگر بہرحال وہ یہ شور مچاتے رہے کہ ہم مارے گئے، ہمیں کھانے کو کچھ نہیں ملتا، ہمیں پینے کو کچھ نہیں ملتا دکانداروں کو منع کر دیا گیا ہے کہ وہ ہمارے ہاتھ کوئی چیز فروخت نہ کریں۔ حالانکہ جو واقع میں تکلیف زدہ ہو اور جسے حقیقت میں ان چیزوں کی ضرورت ہو وہ پہلے اپنی روٹی کا فکر کیا کرتا ہے۔ یہ نہیں کرتا کہ روٹی کا تو فکر نہ کرے اور شور مچانا شروع کر دے کہ مَیں مارا گیا۔ اگر انہیں دودھ نہیں ملتا تھا تو وہ پہلا کام یہ کرتے کہ کسی سے دودھ لیتے اور اپنی ضرورت کو پورا کرتے مگر وہ دودھ اور روٹی تو نہ لیتے بلکہ محض یہ شور مچاتے رہتے کہ ہم مارے گئے ہم مارے گئے۔ تو پروپیگنڈا اِس زمانہ کی تمام حیات کا روح رواں ہو گیا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اسلام کی طرف سے بھی پروپیگنڈے کا مقابلہ پروپیگنڈا سے کیا جائے اور سچائی سے جھوٹ کو مٹایا جائے۔ درحقیقت اس زمانہ میں جھوٹ کی اتنی کثرت ہو گئی ہے اور دھوکا اور فریب اِس قدر عام ہو گیا ہے کہ جب تمہارا ایک قریب ترین دوست بھی تم سے کوئی بات کر رہا ہو تو تمہارے دل میں یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ کہیں یہ مجھ سے فریب تو نہیں کر رہا۔ پس جھوٹ اور فریب کی کثرت کی وجہ سے جھوٹ کی ہیبت اور اس کی اہمیت لوگوں کے قلوب سے نکل گئی ہے اور جب کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ مَیں نے کوئی بُرا کام نہیں کیا۔ ساری دُنیا ہی ایسا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے دوسروں کے عیوب کی تشہیر کرنے سے بنی نوع انسان کو روکا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے اگر تم ایسا کرو گے تو رفتہ رفتہ لوگ یہ سمجھنے لگ جائیں گے کہ ساری دُنیا ہی عیوب میں مُبتلا ہے اور اِس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جُرموں کا رُعب جو انسانی قلوب میں ہوتا ہے وہ جاتا رہے گا مگر نادان خدا تعالیٰ کی وسیع حکمتوں کو نہیں سمجھتے اور اپنی معمولی معمولی ضرورتوں اور خواہشوں کو خدا تعالیٰ کے احکام پر مقدم کر لیتے ہیں۔

تو اسلام اِس وقت ایک وسیع خطرہ میں گھِرا ہؤا ہے۔ اِس زمانہ میں جھوٹ کا پروپیگنڈا

اپنے انتہاء کو پہنچ چُکا ہے اور اس کا مقابلہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ سچ کے واعظ دُنیا کے کونے کونے میں پھیلا دیئے جائیں۔ سچ بے شک طاقتور ہوتا ہے مگر یہ بھی تو ضروری ہوتا ہے کہ سچ کی کچھ نہ کچھ آواز نکل رہی ہو۔ ہم نے مانا کہ اگر سو جھوٹ بولنے والے ہوں تو ان پر ایک سچ بولنے والا غالب آ سکتا ہے۔ ہم نے یہ بھی مانا کہ اگر ہزار جھوٹ بولنے والے ہوں تو ان پر ایک سچ بولنے والا غالب آ سکتا ہے مگر یہ تو نہیں ہوسکتا کہ لاکھوں اور کروڑوں جھوٹا پروپیگنڈا کرنے والے ہوں اور سچ اپنی کوٹھڑی میں چھپا ہؤا ہو اور ہم یہ سمجھ رہے ہوں کہ سچ جھوٹ پر غالب آ جائے گا۔ وہی سچ غالب آیا کرتا ہے جو دلیری سے جھوٹ کے مقابلہ میں نکل کھڑا ہوتا ہے اور پھر یہ پرواہ نہیں کرتا کہ میرا انجام کیا ہوگا۔ جو سچ اِس طرح کھلے بندوں نڈر ہو کر جھوٹ کے مقابلہ میں نکل کھڑا ہوا اُسے ہی غلبہ حاصل ہوتا ہے اور یہ غلبہ مقابلہ سے ہی میسر آتا ہے بغیر اِس کے نہیں۔ اور تحریک جدید کی غرض یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے تو ہم ساری دُنیا میں اسلام کی طرف سے مقابلہ کرنے والے پہلوان کھڑے کر دیں، چاہے ایک کروڑ کے مقابلہ میں ایک انسان ہو چاہے دو کروڑ کے مقابلہ میں ایک انسان ہو، چاہے تین کروڑ کے مقابلہ میں ایک انسان ہو، چاہے چار کروڑ کے مقابلہ میں ایک انسان ہو، چاہے پانچ کروڑ کے مقابلہ میں ایک انسان ہو اور چاہے دس کروڑ کے مقابلہ میں ایک انسان ہو بلکہ خواہ ساری دُنیا ایک طرف ہو اور دوسری طرف وہ اکیلا کمزور اور ناتواں انسان ہو جس کے کپڑے پھٹے پُرانے ہوں جس کو اپنے رہنے کے لئے مکان تک میسر نہ ہو اور جسے کھانے کے لئے پیٹ بھر کر روٹی نہ ملتی ہو مگر وہ اپنی ناتوان اور کمزور آواز سے لَآ اِلٰــهَ اِلَّا اللّٰهُ کا نعرہ بلند کر رہا ہو۔ جس دن ہم یہ کام کر لیں گے، جس دن ہم جاپان میں بھی اپنے مبلّغ بھجوا دیں گے، ہم چین میں بھی اپنے مبلّغ بھجوا دیں گے، ہم فلپائن میں بھی اپنے مبلّغ بھجوا دیں گے، ہم امریکہ اور اس کی ریاستوں میں بھی اپنے مبلّغ بھجوا دیں گے، ہم انگلستان میں بھی اپنے مبلّغ بھجوا دیں گے، ہم یورپ میں بھی اپنے مبلّغ بھجوا دیں گے، ہم سوئٹزرلینڈ میں بھی اپنے مبلّغ بھجوا دیں گے، ہم رومانیہ میں بھی اپنے مبلّغ بھجوا دیں گے، ہم یوگوسلوویکیا میں بھی اپنے مبلّغ بھجوا دیں گے، ہم یونان میں بھی اپنے مبلّغ بھجوا دیں گے، ہم ہنگری میں بھی اپنے مبلّغ بھجوا دیں گے، ہم جرمنی میں بھی اپنے مبلّغ بھجوا دیں گے، ہم ڈنمارک

میں بھی اپنے مبلّغ بھجوادیں گے، ہم بیلجیئم میں بھی اپنے مبلّغ بھجوادیں گے، ہم ہالینڈ میں بھی اپنے مبلّغ بھجوادیں گے، ہم فن لینڈ میں بھی اپنے مبلّغ بھجوادیں گے، ہم سپین میں بھی اپنے مبلّغ بھجوا دیں گے، ہم پُرتگال میں بھی اپنے مبلّغ بھجوادیں گے اور اگر ہم زیادہ مبلّغ نہ بھجوا سکیں تو کم سے کم ایک مبلّغ ہر علاقہ میں بھجوادیں گے۔ اِسی طرح ہم افریقن ممالک میں ایک ایک مبلّغ بھجوادیں گے تا کہ ان ممالک میں اسلام کا جھنڈا تو لہراتا رہے اِس دن ہم یہ سمجھیں گے کہ ہمارے کام کا آغاز ہؤا۔ نہ سہی حکومتیں، نہ سہی سلطنتیں، نہ سہی کثرت تعداد، نہ سہی شان وشوکت، نہ سہی وہ لٹریچر جو سارے مُلک میں پھیل جائے اور تعلیم یافتہ طبقہ کو اسلام کی خوبیوں کا گرویدہ کردے، نہ سہی بُلند و بالا چوٹیوں پر لہرانے والا جھنڈا کم سے کم ہر مُلک میں اسلام کی طرف منسوب ایک دھجّی[1] تو ہو جو ہوا میں لہرا رہی ہو اور لوگوں کو یہ بتا رہی ہو کہ اسلام مَرا نہیں بلکہ زندہ ہے مگر ہم نے تو ابھی یہ بھی نہیں کیا حالانکہ تحریک جدید کا پہلا مقصد یہ ہے کہ ہم دُنیا کے ہر مُلک میں کم از کم ایک آدمی ایسا کھڑا کر دیں جو اسلام کے جھنڈے کو اپنے ہاتھوں میں تھامے رکھے اور اس کے پھریرے کو ہوا میں لہراتا رہے۔ دُنیا سمجھتی ہے کہ اس نے اسلام کو مٹا دیا مگر ہر مُلک میں ہمارا ایک ایک مَنّاد لوگوں کو یہ آواز دے رہا ہو کہ ہم بے شک کمزور ہیں، ہم بیشک ناتواں اور حقیر ہیں، بے شک ہماری طاقت ٹوٹ گئی، ہماری حکومت جاتی رہی مگر اسلام نے اپنا سر نیچا نہیں کیا بلکہ اسلام کا پھریرا آج بھی ہوا میں اُڑ رہا ہے مگر ابھی تو اس دن کے آنے میں بھی ہمیں دیر نظر آتی ہے اور اس کے لئے کئی قسم کی قُربانیوں کی ضرورت ہے لیکن بہر حال جس دن ہم یہ کام کر لیں گے اُس دن ہمارا دوسرا قدم یہ ہو گا کہ ان ممالک میں صرف اسلام کا پھریرا ہی نہ لہرائے بلکہ ان ممالک کے باشندوں میں سے کچھ ایسے لوگ پیدا کریں جو اسلام کے جھنڈے کو سرنگوں نہ ہونے دیں بلکہ ہمیشہ اِسے مضبوطی سے تھامے رکھیں۔ جاپان میں ایک ہندوستانی اسلامی جھنڈے کو نہ لہرا رہا ہو بلکہ چند جاپانی اسلامی جھنڈے کو اپنے ہاتھوں میں تھامے ہوئے ہوں۔ چین میں ایک ہندوستانی اسلامی جھنڈا نہ لہرا رہا ہو بلکہ چند چینی اسلامی جھنڈے کو اپنے ہاتھوں میں تھامے ہوئے ہوں۔ اِسی طرح انگلستان، امریکہ، فرانس، جرمنی، سویڈن، ناروے، فن لینڈ، ہنگری، سپین، پُرتگال اور دیگر ممالک میں ہندوستانی اسلامی جھنڈا نہ لہرا رہے ہوں بلکہ

خود اُن ممالک کے بعض باشندے اسلامی جھنڈا لے کر کھڑے ہوئے ہوں۔ چاہے وہ تعداد میں کتنے ہی تھوڑے ہوں اور چاہے وہ کتنے ہی کمزور اور ناتواں ہوں یہ ہمارا دوسرا مقصد ہے جو تحریک جدید کے ماتحت ہمارے سامنے ہے۔ غرض ہمارے سامنے بہت بڑا کام ہے۔ فتح بہت دُور ہے اور منزل بہت بعید ہے۔ بزدل اِس لمبی مسافت سے گھبراتا اور قُربانیوں سے جی چُراتا ہے مگر بہادر انسان جانتا ہے کہ میرا یہ کام نہیں کہ مَیں دیکھوں مجھے فتح حاصل ہوتی ہے یا نہیں بلکہ میرا یہ کام ہے کہ جب تک میری زبان چلتی رہے مَیں بولتا چلا جاؤں اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور اُس کے دین کی اشاعت زمین پر کرتا رہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اِس کا کیا ہی عُمدہ نقشہ کھینچا ہے۔ آپ فرماتے ہیں ایک سچا مومن خواہ موت کے قریب پہنچ جائے دُشمن اُسے قتل کرنے کے درپے ہوں اور اُس کی گردن پر خنجر پھر رہا ہو تب بھی وہ سچائی کو بیان کرتا چلا جاتا ہے۔[۲] یہ ہمارے ہی زمانہ کا نقشہ ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اِس حدیث میں کھینچا۔ آج ہی وہ زمانہ ہے کہ سچائی کو کُند ہتھیاروں سے ذبح کیا جا رہا ہے۔ آج ہی وہ زمانہ ہے کہ مسلمان کمزور اور بے بس ہیں مگر بجائے ڈرنے اور گھبرانے اور بھاگنے کے جو شخص آج تلوار کے نیچے بھی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھتا چلا جاتا ہے وہی بہادر ہے کیونکہ موت بھی اُس کو نہیں ڈرا سکی اور مرتے وقت بھی وہ کہتا چلا گیا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اسلام نے تو ایک بہت بڑا مقصود بنی نوع انسان کے سامنے رکھا ہے ہمارے تو دُنیوی شاعر بھی بُزدلی اور دون ہمتی کے خلاف رہے ہیں چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے ؎

شکست و فتح نصیبوں سے ہے ولے اے امیر
مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا

کہ شکست اور فتح تو قسمت سے تعلق رکھتی ہے اگر قسمت نے یاوری کی تو فتح ہوگی نہ کی تو شکست ہوگی مگر مجھے خوشی ہے تو یہ کہ ؎

مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا

ہم تو لڑتے رہے اگر فتح نہیں ہوئی اور شکست ہوگئی تو اس میں ڈر کیا کونسی بات ہے۔ یہ تو ایک دُنیوی شاعر کا قول ہے مگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اِس بات کو کیسے عجیب رنگ میں

بیان فرمایا کہ مومن کی یہ شان ہے کہ اگر تلوار اس کی گردن پر پھیری جارہی ہو تو پھر بھی وہ سچ بیان کررہا ہوتا ہے تو شکست و فتح کا کوئی سوال نہیں۔ مقابلے کا بھی کوئی سوال نہیں، کمزوری کا بھی کوئی سوال نہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس وقت بھی ایک مومن سے سچ بولنے کی توقع ظاہر کی ہے جب مخالف اُسے پچھاڑ لیتا ہے، جب وہ اُس کی چھاتی پر چڑھ جاتا اور تلوار اُس کی گردن پر رکھ دیتا ہے، جب وہ اُسے ذبح کرنے کے لئے بالکل تیار ہو جاتا ہے اور دُنیوی لحاظ سے اُس کو کوئی آس باقی نہیں رہتی۔ ایسی نازک گھڑیوں میں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ فرماتے ہیں کہ ایک مومن اپنی بات کو دُہراتا چلا جاتا ہے۔ تم ان دونوں نقشوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے لاؤ اور پھر دیکھو کہ تمہارا دل ہاں وہ دل جس پر دُنیوی آلائشوں سے زنگ نہ لگ چُکا ہو اور بالکل پاک صاف ہو کس نظارہ سے زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ تم دیکھو گے کہ ایک طرف ایک بہت بڑا اسلامی لشکر ہے۔ تمام سپاہی ساز و سامان سے آراستہ ہیں، سامانِ حرب کی ان کے پاس کمی نہیں، لشکر کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے اور تمام سپاہی فنونِ جنگ کے ماہر ہیں۔ یہ اسلامی لشکر ایک بہت بڑے دُشمن کے لشکر پر حملہ کرتا اور اُسے رگیدے چلے جاتا ہے یہاں تک کہ دُشمن میدانِ جنگ سے بھاگ جاتا ہے اور مسلمان اپنی شوکت کے اظہار کے لئے زور سے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کا نعرہ بلند کرتے ہیں۔

تم ایک طرف اِس نظارہ کو اپنے ذہن میں لاؤ اور دوسری طرف یہ نظارہ عالمِ تصور میں اپنی آنکھوں کے سامنے لاؤ کہ ایک مسلمان ایک ایسے مُلک میں ہے جہاں ہر طرف جھوٹ اور فریب کا دور دورہ ہے لوگ اُس کے مخالف ہیں اور چاہتے ہیں کہ اُسے قتل کردیں۔ ایک دن وہ یہی تہیّہ کئے اُس کے گھر کا احاطہ کر لیتے اور اُسے پکڑ کر باہر نکالتے ہیں اور کہتے ہیں اسلام چھوڑ دو ورنہ ہم تمہیں ماردیں گے۔ وہ کہتا ہے یہ تو نہیں ہوسکتا اسلام مجھ سے نہیں چھوٹ سکتا۔ وہ اسے مارنا شروع کردیتے ہیں اور مارتے چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ ادھ مؤا ہو جاتا ہے تو وہ اُسے چھوڑ دیتے ہیں اور کہتے ہیں بتاؤ اب تمہارا کیا عقیدہ ہے؟ وہ کہتا ہے میرا عقیدہ یہی ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اِس پر وہ پھر اُسے پیٹتے ہیں اور پیٹتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ زخموں سے چُور چُور ہو جاتا ہے۔ وہ پھر اُسے چھوڑ دیتے ہیں اور کہتے ہیں

بتاؤاب بھی تم باز آتے ہو یا نہیں؟ مگر وہ جواب دیتا ہے کہ میرا عقیدہ یہی ہے کہ لَآاِلٰـهَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۔ اِس پر وہ پھر اُسے پیٹتے ہیں اور پیٹتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ اُسے اپنے زُعم میں قتل کر دیتے ہیں اور عین اُس وقت جبکہ وہ اُس کی لاش کو پھینک دیتے ہیں اُس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے ہو جاتے ہیں، اُس کا سر لڑھک جاتا ہے، اُس کی گردن لٹک جاتی ہے اِس کے ہونٹ آخری بار ہلتے ہیں اور ان سے ایک آواز آتی ہے۔ نہایت دھیمی آواز اتنی دھیمی کہ وہ ایک فٹ کے فاصلہ سے بھی نہیں سُنی جاسکتی۔ تب ایک شخص آگے بڑھتا اور اُس کے ہونٹوں پر اپنے کان رکھ دیتا ہے تا کہ وہ معلوم کرے کہ اُس نے کیا کہا۔ جب وہ اپنے کان اُس کے ہونٹوں کے قریب لے جاتا ہے تو اُسے ہلکی سی یہ آواز آتی ہے کہ لَآاِلٰــــهَ اِلَّا اللّٰہُ اور اُس کے ساتھ ہی اُس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر جاتی ہے۔

اب ایک طرف میدانِ جنگ میں دُشمنوں پر فتح پانے والے اسلامی لشکر نے نعرۂ تکبیر بلند کیا تھا اور دوسری طرف اِس جان توڑنے والے نے لَآاِلٰــــهَ اِلَّا اللّٰہُ کہا مگر یقیناً اِن دونوں آوازوں میں سے وہ کمزور اور ناتوان آواز جو ایک فٹ کے فاصلہ سے بھی سُنائی نہیں دیتی تھی وہ زیادہ شاندار ہوگی۔ وہ سچے مومنوں کے دلوں میں زیادہ اُمنگیں اور حوصلے پیدا کرنے والی ہوگی بہ نسبت اس نعرہ کے جو میدان جنگ میں فاتح لشکر نے بُلند کیا۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگوں کو دیکھ لو اور ان کی مکّہ والی حالت کو بھی دیکھو اور پھر غور کرو کہ کونسی چیز ہے جو ہمارے دل میں گُدگُدی پیدا کرتی ہے۔ وہ جنگیں ہمارے دلوں میں اِس قدر گُدگُدی پیدا نہیں کرتیں جن میں مسلمان فوجیں کافی تعداد میں ہؤا کرتی تھیں اور کفار کا پوری قوت سے مقابلہ کرتی تھیں بلکہ جو چیز محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی شان کا نقشہ ہماری آنکھوں کے سامنے پیش کر دیتی ہے وہ وہی ہے جب کہ آپ اکیلے اور تن تنہا مکّہ کی گلیوں میں توحید کا وعظ کرتے اور قریش مکّہ آپ کو ہر رنگ میں دُکھ اور اذیت پہنچاتے یہاں تک کہ جب اُنہوں نے دیکھا کہ وہ کسی طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو توحید کے وعظ سے نہیں روک سکے تو وہ آپ کو مارنے کے درپے ہو گئے اور اِس فیصلہ کے بعد وہ آپ کے چچا کے پاس جو آپ کی امداد کا آخری دنیوی ذریعہ تھے گئے اور کہا اے ابو طالب! تیرے اِس بھتیجے نے ہم کو بڑا ستایا

ہے اب تو اس کی مخالفت کی حد ہوگئی اگر یہ اتنا ہی کرلے کہ ہمارے معبودوں کو بُرا بھلا کہنا چھوڑ دے تب بھی ہم اِس کے خدا کو مان لیتے ہیں۔ یہ صرف اتنا کرے کہ ہمارے معبودوں کو بُرا بھلا نہ کہے۔لیکن اگر اِس نے اِس آخری نوٹس اور تجویز کے بعد بھی ہمارے معبودوں کو بُرا بھلا کہنا نہ چھوڑا اور تم اس کی مدد پر رہے تو اے ابوطالب! ہم تمہیں بھی ریاست سے جواب دے دیں گے۔ اب تک ہم تمہارا بڑا لحاظ کرتے چلے آئے ہیں مگر اب یہ معاملہ ہماری حد برداشت سے باہر ہوگیا ہے اور ہم تمہیں یہ کہنے آئے ہیں کہ یا تو اپنے بھتیجے کو روک لیں ورنہ اس کے ساتھ ہی ہم تمہارا بھی مقابلہ کریں گے اور تم کو رئیس اور سردار کے مرتبہ سے الگ کر دیں گے۔[۳] ابوطالب کی تو زندگی ہی مکّہ کی ریاست اور سرداری میں تھی۔ وہ بھلا اِس کو کہاں چھوڑ سکتے تھے۔ اُنہوں نے جب یہ دھمکی سُنی تو ان کے ہوش اُڑ گئے اور یہ بات ابوطالب پر ہی منحصر نہیں پُرانے خاندانوں میں اپنی عزت کو قائم رکھنے کی ہمیشہ کوشش کی جاتی ہے۔ ہمارے دادا کے متعلق ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سُنایا کرتے تھے کہ وہ مختلف کام جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ملازمت میں اور پھر کشمیر میں کرتے رہے ان ایّام میں اُنہوں نے ایک لاکھ کے قریب روپیہ جمع کیا۔اُس زمانہ میں روپیہ کی بہت بڑی قیمت ہوا کرتی تھی۔ چنانچہ قریب ہی ایک گاؤں راجپورہ ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک چچا نے پانچ سو روپیہ میں خریدا تھا۔ چھ سوا یکڑ اِس کی زمین ہے اور گو وہ زمین اتنی اچھی نہیں مگر پھر بھی کُجا چھ سوا یکڑ زمین ایک روپیہ ایکڑ سے بھی کم قیمت میں انہیں زمین مل گئی۔ پس اگر وہ چاہتے تو اِس روپیہ سے بہت بڑی جائیداد پیدا کر سکتے تھے مگر جب انگریزوں کی حکومت آئی اور اُنہوں نے ان کی جائیداد ضبط کر لی تو وہ اِس کے حصول کے لئے مقدمات میں لگ گئے بعض دوستوں نے انہیں مشورہ دیا کہ آپ اِس کام میں نہ پڑیں اِس میں چنداں فائدہ نہیں۔ اگر کچھ مِلا بھی تو بالکل بے حقیقت ہوگا۔ اِس وقت جائیداد کی قیمت کچھ نہیں آپ کے پاس روپیہ ہے آپ اگر چاہیں تو اِس روپیہ سے پچاس اچھے اچھے قصبے خرید سکتے ہیں۔ اِس میں آپ کی اولاد کی بھی بہتری ہوگی۔ کیونکہ اِس جائیداد سے ان کے لئے گزارہ کی معقول صورت پیدا ہو جائے گی۔ اِس علاقہ میں ان دنوں چھوٹے چھوٹے زمیندار تھے مگر باہر گوجرانوالہ اور لاہور کے اضلاع میں اچھے اچھے زمیندار تھے جو پچاس پچاس

ساٹھ ساٹھ بلکہ سَو سَو گاؤں کے مالک تھے۔ اِس لئے انہیں بعض دوستوں نے مشورہ دیا کہ بجائے اس جگہ روپیہ ضائع کرنے کے آپ باہر چالیس پچاس گاؤں خرید لیں مگر اُنہوں نے جواب دیا کہ اگر باہر ہم نے گاؤں خرید بھی لئے تو ہمارے بچے جب کبھی باہر نکلیں گے اور لوگ ایک دوسرے سے دریافت کریں گے کہ یہ کون ہیں تو وہ آگے سے کہیں گے کہ خبر نہیں کون ہیں۔ کوئی باہر سے آئے ہوئے ہیں لیکن اگر قادیان اور اِس کے اِردگرد ہمیں دو ایکڑ زمین بھی مل جائے اور ہماری اولاد فاقوں میں بھی مُبتلا ہو جائے تو بھی جب ان کی نسبت کوئی سوال کرے گا کہ یہ کون ہیں؟ تو لوگ جواب دیں گے کبھی یہ ہمارے حاکم اور بادشاہ تھے۔ مگر اب گردشِ ایّام سے غریب ہو گئے ہیں۔ چنانچہ اِسی خیال کے ماتحت اُنہوں نے ایک لاکھ روپیہ ضائع کر دیا اور قادیان میں انہیں جو تھوڑی سی جائداد ملی اِس پر اکتفا کر لیا۔ مَیں سمجھتا ہوں وہ جائیداد جو اِنہیں ملی وہ اِس جائیداد کا پانچ سوواں حصّہ بھی نہیں تھی جو وہ اس روپیہ سے خرید سکتے تھے مگر بہرحال اُنہوں نے اِس تھوڑی سی جائیداد کو خوشی سے قبول کیا لیکن اِس مقام کو چھوڑنا پسند نہ کیا جہاں انہیں اپنے بزرگوں کی وجہ سے ایک رنگ کی حکومت حاصل تھی۔

غرض پُرانے خاندانوں کے افراد اپنی خاندانی عزت کو جاتے دیکھنا برداشت نہیں کر سکتے اور اِس کے لئے ہر ممکن قُربانی کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

پس جب ابو طالب سے مکّہ والوں نے کہا کہ اگر آپ اپنے بھتیجے کو نہ روک سکے اور اِس کی حمایت بھی نہ چھوڑی تو پھر آپ کا اور ہمارا تعلق قطع ہو جائے گا تو ابو طالب بالکل گھبرا گئے اور اُنہوں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بُلا کر کہا اے میرے بھتیجے! اب تیری قوم کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا ہے۔ آج بڑے بڑے رؤسا اکٹھے ہو کر میرے پاس آئے تھے اور وہ مجھے کہتے تھے کہ ابو طالب صرف تیری حفاظت کی وجہ سے ہم نے تیرے بھتیجے کو اب تک چھوڑا ہؤا تھا اور ہم نے تیرا بڑا الحاظ کیا۔ کیونکہ تو شہر کا رئیس ہے مگر آخر یہ ظلم کب تک برداشت کیا جا سکتا ہے؟ اگر تیرا بھتیجا اب بھی باز نہ آیا اور اُس نے ہمارے معبودوں کو بُرا بھلا کہنا ترک نہ کیا تو ہم تجھے بھی ریاست سے جواب دے دیں گے اور آئندہ تیری کوئی عزت نہیں کریں گے اور اے میرے بھتیجے اُنہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر تیرا بھتیجا تھوڑی سی بھی نرمی کرے اور ہمارے بُتوں کو

بُرا بھلا نہ کہے تو ہم اِسے اپنی آنکھوں پر بٹھانے کے لئے تیار ہیں بلکہ اُنہوں نے کہا ہے کہ اگر تیرے بھتیجے کا یہ مقصد ہے کہ کسی نہایت ہی خوبصورت لڑکی کے ساتھ اِس کی شادی کر دی جائے تو ہم اپنی تمام بیٹیاں اِس کے سامنے پیش کرنے کے لئے تیار ہیں۔ان میں سے جس کے ساتھ اِس کا جی چاہے شادی کرے اور اگر اس کو دولت کا شوق ہے تو ہم تمام اپنی آدھی آدھی دولت اس کو دینے کے لئے تیار ہیں اور اگر اسے یہ شوق ہے کہ وہ عرب کا حاکم اور سردار بن جائے تو ہم اِسے اپنا حاکم اور سردار بنانے کے لئے تیار ہیں مگر وہ کچھ تو رعایت کر دے اور ہمارے بُتوں کو اتنا بُرا تو نہ کہے جتنا بُرا وہ انہیں آجکل کہتا پھرتا ہے۔

دُنیوی طور پر یہ کتنا بڑا لالچ تھا جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا۔لوگ خوبصورت لڑکیوں سے شادی کے لئے کوشش کرتے ہیں اور مکّہ والوں نے خود یہ کہہ دیا کہ ہم اپنی تمام بیٹیاں اُس کے سامنے پیش کرنے کے لئے تیار ہیں وہ جس کے ساتھ جی چاہے شادی کرلے۔ لوگ مال اور دولت کے حصول کے لئے کوششیں کرتے ہیں اور مکّہ والوں نے یہ خود ہی کہہ دیا کہ ہم اپنی آدھی آدھی دولت اُس کو دینے کے لئے تیار ہیں۔ اِسی طرح لوگ حکومت کے لئے کوششیں کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ لوگوں میں اُن کا اعزاز قائم ہو جائے اور یہ پیشکش بھی مکّہ والوں نے خود ہی کر دی اور کہہ دیا کہ ہم اُسے اپنا سردار اور حاکم ماننے کے لئے تیار ہیں۔غرض اُنہوں نے کہا کہ ہم تمام اعزاز اُسے دینے کے لئے تیار ہیں مگر اُسے بھی تو چاہئے کہ ہمارے ساتھ کچھ نرمی کرے اور ہمارے بُتوں کو بُرا بھلا کہنا چھوڑ دے۔ پھر ابو طالب نے کہا کہ اے میرے بھتیجے اب مجھ میں بھی طاقت نہیں رہی کہ مَیں تجھے دُشمن کے حملوں سے بچا سکوں۔اب تو یہ مجھے بھی دھمکی دینے لگ گئے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر تو نے اپنے بھتیجے کو منع نہ کیا تو ہم تجھے بھی ریاست سے الگ کر دیں گے اور شہر سے نکل جانے پر مجبور کریں گے۔ابو طالب کے لئے تو مکّہ کی سرداری ایک بہت بڑی بادشاہت تھی۔ جب اُنہوں نے اس واقعہ کا ذکر کیا اور اس مقام پر پہنچے کہ اُنہوں نے مجھے یہ دھمکی دی ہے کہ اگر مَیں نے تجھے منع نہ کیا تو وہ مجھے ریاست سے الگ کر دیں گے تو وہ رو پڑے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اُن کی اِس حالت کو دیکھ کر صدمہ محسوس کیا اور چونکہ آپؐ پر ابو طالب کے بہت بڑے احسانات تھے اِس لئے آپ کی

آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے مگر آپ نے فرمایا اے میرے چچا! آپ کو اگر اپنی تکلیف کا خیال ہے تو میرے ساتھ آپ آئندہ کوئی واسطہ نہ رکھیں اور مجھے میرے حال پر رہنے دیں اور اے میرے چچا! کسی خوبصورت لڑکی سے شادی اور روپیہ اور سرداری کا تو کیا ذکر ہے اگر یہ لوگ سورج کو میرے دائیں اَور چاند کو میرے بائیں پہلو پر بھی لا کھڑا کریں تب بھی مَیں ان کی بات نہ مانوں گا اور خدا تعالیٰ کی توحید کا کلمہ بُلند کرتا رہوں گا۔[۴] گویا ملّہ کی حکومت کیا اگر ساری دُنیا کی حکومت انہیں مل جائے اور ساری دُنیا کی حکومت کیا سارے عالم کی حکومت انہیں مل جائے اور یہ جب چاہیں سورج کو اُتار لیں اور جب چاہیں چاند کو اُتار لیں گویا سورج اور چاند ان کی مُٹھی میں اِس طرح کھیل رہے ہوں جس طرح بچے اپنے ہاتھوں میں گیند اُٹھائے پھرتے ہیں تب بھی مَیں ان کی بات ماننے کے لئے تیار نہیں۔ یہ غریب اور بیکس محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جس نے ابوطالب کو کوٹھری میں یہ جواب دیا تھا کونسا انسان ہے جو اِس کے مقابلہ میں ٹھہر سکتا ہو۔ اس ایک واقعہ سے ہی کروڑوں سورج سے زیادہ شعاعیں نکل نکل کر قلوب کو منور کر رہی ہیں اور دُنیا کی ساری روشنیاں اِس کے سامنے اندھیرا بن جاتی ہیں۔

پس کمزوری کی جنگ کوئی معمولی جنگ نہیں ہوتی وہ نادان بزدل اور بیوقوف ہوتا ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ ہم کیا اور ہماری ہستی کیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ ”کیا پدّی اور کیا پدّی کا شوربہ“۔ مگر اس پدّی کی دلیری سے کون متأثر ہوئے بغیر رہ سکتا ہے جو باز کے مقابلہ میں کھڑی ہو جائے اور کہے کہ مَیں مَر جاؤں گی مگر باز کے ظلم کو برداشت نہیں کروں گی۔ اب مرنے کو پولینڈ والے مَر گئے اِسی طرح فن لینڈ والے مَر جائیں یا بچ جائیں کیونکہ وہ کچھ صلح کی طرف مائل دکھائی دیتے ہیں مگر کون کہہ سکتا ہے کہ پولینڈ والے ذلیل ہو گئے۔ وہ لڑے اور لڑتے ہوئے مارے گئے۔ اگر وہ یونہی بغیر لڑائی کے اپنا مُلک جرمنی کے حوالے کر دیتے تو بیشک وہ ذلیل ہو جاتے مگر اب وہ مَر کر بھی ذلیل نہیں ہیں اور خواہ انگریز انہیں آزادی دِلا سکیں یا نہ دِلا سکیں بعد میں پیدا ہونے والے پولینڈ کے لوگ ذلیل ہو جائیں تو ہو جائیں موجودہ پولینڈ کے لوگ ذلیل نہیں کہلا سکتے۔ اِسی طرح وہ جو آج اسلام کی اشاعت کے لئے کھڑے ہو رہے ہیں جو سچ اور ہدایت کو پھیلانے کے لئے کھڑے ہو رہے ہیں یا آئندہ کھڑے ہوں گے یقیناً عزت میں ان کا مقابلہ دُنیا کی

کوئی طاقت نہیں کرسکتی۔ بیشک ظاہری بینائی رکھنے والوں کی آنکھ سے ان کا مستقبل پوشیدہ ہے مگر جن کی باطنی آنکھ کھلی ہے وہ ان کے کام کو نہایت ہی شاندار نتائج پیدا کرنے والا دیکھ رہے ہیں۔ کیونکہ وہی ہیں جو آج اِس بیج کو بو رہے ہیں جس نے کل ایک ایسے عظیم الشان درخت کی شکل اختیار کرنی ہے جس کے سایہ کے نیچے دُنیا کی تمام اقوام آرام کریں گی۔ ہماری کوششوں کی مثال بالکل ویسی ہی ہے جیسے ایک غریب اور کمزور انسان جس کے تن کو صرف چیتھڑوں نے ڈھک رکھا ہو دُنیا سے الگ ایک جنگل میں چھوٹا سا بیج بوتا دکھائی دے۔ جنگل کی ہدہدیں بھی اس کے بیوقوفانہ ارادوں پر حیران ہو رہی ہوں۔ فاختہ بھی ہنس رہی ہو، چڑیاں بھی ایک دوسرے کو دیکھ کر مُسکرا رہی ہوں اور کہتی ہوں کہ کس اُمید پر یہ شخص بیج بو رہا ہے۔ اِدھر یہ بیج بو کر ہٹے گا اُدھر ہم چونچ سے بیج کو زمین میں سے نکال کر کھا جائیں گی۔ زمین پر تو اِس کا یہ حال ہو لیکن آسمان پر خدا کے فرشتے اس کے کام کو دیکھتے ہوئے ادب اور احترام کے ساتھ سر جھکائے کھڑے ہوں اور کہہ رہے ہوں خاموش کہ دُنیا میں پھر سچائی کا بیج بویا جا رہا ہے۔ خدا تعالیٰ کا ہاتھ اُس کے اوپر ہوگا وہ آپ اُسے بڑھائے گا اور ترقی دے گا یہاں تک کہ وہ بیج ایک تناور درخت کی صورت اختیار کرلے گا اور تمام دُنیا اِس کے سایہ کے نیچے آرام کرنے پر مجبور ہوگی۔"

(الفضل ۸؍دسمبر ۱۹۳۹ء)

---

[1] دھجی: ٹکڑہ، پرزہ، چیتھڑا

[2] **السیرة النبویة لابن هشام جلد۱ صفحہ۲۰۰ مطبع مصطفی البابی الحلبی و اولادہٗ بمصر** مطبوعہ ۱۹۳۶ء

[3] **السیرة النبویة لابن هشام جلد۱ صفحہ۲۸۵ مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی و اولادہٗ بمصر** مطبوعہ ۱۹۳۶ء

[4] **السیرة النبویة لا بن هشام جلد۱ صفحہ۲۶۶ مطبع مصطفی البابی الحلبی و اولادہ بمصر** مطبوعہ ۱۹۳۶ء